بگلا بھگت

از سیفی سہواروی

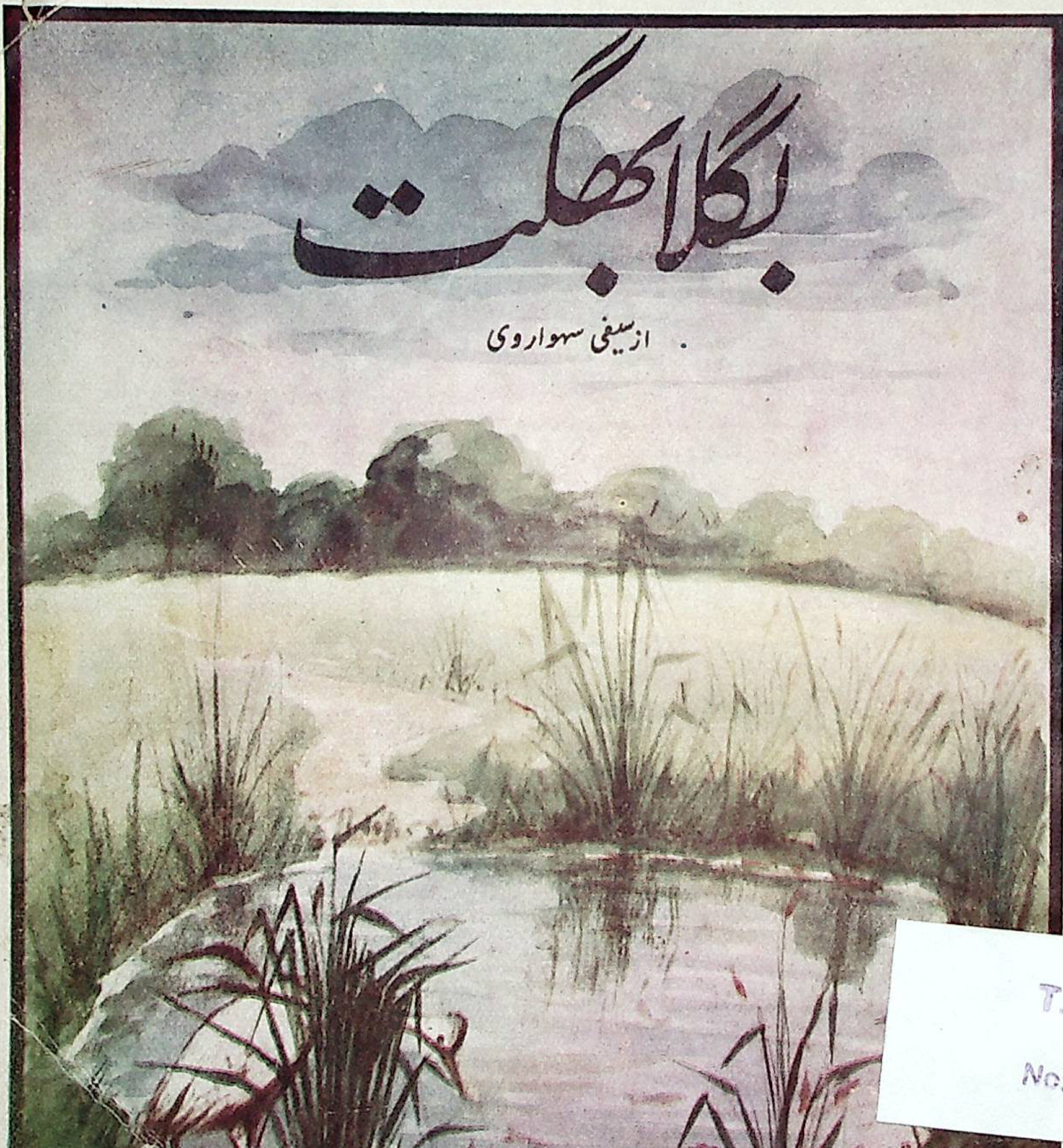

T.T.F LI
No: 195

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق محفوظ

بگلا بھگت

یعنی

ایک مکّار بگلے کی کہانی

پڑھو اور ہنسو

از

سیفی سہواروی

T.T.F LIBRARY
No: 165

۱۹۲۷ سنہ ع

دار الاشاعت پنجاب لاہور

بار اول ۲۰۰۰

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

۷۸۶

گرمی کا موسم تھا۔ ہمارے گاؤں کا تالاب سوکھ چلا تھا۔ وہ لہریں۔ جو کنول کے پھولوں سے کھیلا کرتی تھیں۔ خاک میں مُنہ چھپائے پڑی تھیں۔ اور اُن پر بگولے ناچ رہے تھے۔ تالاب کا پانی سمٹ سمٹا کر ایک چھوٹے سے کُنڈ میں آ گیا تھا۔ جس میں مچھلیاں بہت تھیں۔

دھوپ کے مارے گرتے پڑتے کہیں سے ایک بگلے میاں اُدھر آ نکلے۔ کُنڈ پر اُترے تھے پانی پینے۔ وہاں دیکھا تنور گرم۔ آسن جما کر بیٹھ گئے۔ خوب گلچھرّے اُڑائے۔ کہ پانی کم تھا اور مچھلیاں تھیں زیادہ۔

سُورج ڈوب رہا تھا۔ اور انہیں کچھ خبر نہ کہ کیا ہو رہا ہے۔ مزے سے جھاڑی کی اوٹ میں بیٹھے پیٹ پوجا کر رہے تھے۔ ناک تک ڈٹ گئے۔

تو آپ نے ایک انگڑائی لی۔ اور اپنے سفید پروں کو پھلائے۔ تالاب کی طرف دیکھتے دیکھتے ٹھمک ٹھمک گھر کو چل دئے۔

ان کے جاتے ہی شور مچ گیا۔ مچھلیاں اِدھر اُدھر دوڑنے لگیں۔ کُنڈ کا پانی اس طرح ہل رہا تھا جیسے پارہ۔ طرح طرح کی آوازیں۔

"چُنو ـــــ چنّو! ـــــ اے چنوا"۔

"ننھی ـــــ ننھی ـــــ کہاں گئی! ـــــ ننّھی اے ننھی"۔

"جھینگو کی آماں! تمہارے ہاں تو نہیں ہمارے بچّے"۔

"یہاں تو نہیں آئے"۔

"اری بھئی! رستہ تو چھوڑو"۔

"کیوں بھیّا! کہاں جارہے ہو؟ ہمارے بچّے تو نہیں دیکھے تم نے"؟

"مجھے کیا خبر۔ میں خود اپنے چچا کو ڈھونڈ رہا ہوں"۔

"میرے ابّا کا پتہ نہیں"۔

"ہمارے دادا جان غائب ہیں"۔

"کہاں گئے سب" یہ کہتی ہوئی تمام مچھلیاں کنارہ پر آئیں۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ خوب دیکھا بھالا۔ نہ چنوا ملے نہ منوا۔ ملتے کہاں سے؟ وہ تھے بگلے کے پیٹ میں۔ ناچار مچھلیوں نے واپس ہونا چاہا۔ جھینگہ کی نظر بڑی تیز ہوتی ہے۔ چلّا اُٹھا۔ بہنو! جھاڑی میں وہ کیا ہے سفید سفید؟ مچھلیاں ٹھیر گئیں۔ پاس جاکر دیکھا۔ تو بگلے کا پر۔

پر کو دیکھتے ہی مچھلیاں سہم گئیں۔ ایسا معلوم ہوا جیسے بگلا ان کے سامنے کھڑا ہے۔ دُشٹ۔ پاپی۔ راکشش، ہے بھگوان بچا اس سے"

کہتی ہوئی مچھلیاں بھاگیں اور اپنے گھروں میں جا گھسیں ✣

گُنڈ میں پانی کے جانوروں کی ایک بہت بڑی بستی تھی۔ اس میں ایک لمبا چوڑا محلہ تھا مچھی ہٹہ۔ وہاں شور مچ گیا کہ راکشش آگیا۔ موا بگلا۔ خدا اُسے غارت کرے + جن کے رشتہ دار کھوئے گئے تھے۔ وہ اُنہیں یاد کر کے رونے لگے + شہر کوتوال کو خبر ہوئی۔ اس نے سپاہی بھیج دئیے۔ سپاہیوں نے آپس میں صلاح کی کہ بگلے سے لڑ کر مفت میں جانیں گنوانے سے فائدہ؟ کوتوال تو باولا ہو گیا ہے"۔ یہ سوچ کر اُنہوں نے بات دبانے کے خیال سے ان مچھلیوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ جو رو رہی تھیں۔ مار پیٹ کر بولے "نالایقو! تم نے ہمیں پریشان کر ڈالا۔ بگلا آگیا، راکشش آگیا۔ یہ آگیا وہ آگیا۔ کہیں سے ایک پر اُٹھا لائے۔ یہ بگلے کا پر ہے۔ یہ بگلہ کا پر —— ارے ایسا ہوتا ہے وہ —— اتنا لمبا!! دیوانے کہیں کے" ✣

یہ کہتے ہوئے سپاہی چل دئے۔ اور جا کر کوتوال سے بولے "حضور! معاملہ بے ڈھب ہے۔ سچ مچ ایک بگلا آن مرا۔ یہ سارا فساد اُسی کا ہے"

کوتوال بگلے سے بہت ہی ڈرتا تھا۔ کانپنے لگا۔ جلدی سے روزنامچہ اُٹھا اس میں لکھ دیا:۔

"مچھی ہٹہ میں کچھ لوگ پاگل ہو گئے اور کچھ کپڑے پھاڑ کر گھروں سے نکل گئے"۔

دوسرے دن جو بگلے میاں نے چاند ماری شروع کی۔ تو پھر غل مچا۔ لوگ روتے پیٹتے وزیر کی ڈیوڑھی پر پہنچے۔ اندر شطرنج ہو رہی تھی۔ فوج کے تمام سردار جمع تھے۔ سردار کھینچا سنگھ۔ اکڑ باز خاں مسٹر فائر وغیرہ۔ بڑی مشکل سے مچھلیوں کو اندر آنے کی اجازت ہوئی۔ وزیر صاحب بولے "جلدی کہو۔ جو کہنا ہے زیادہ فرصت نہیں۔ آج کام بہت ہے"۔ مچھلیوں نے رو رو کر حال کہنا شروع کیا۔ بگلے کا ذکر آیا۔ تو وزیر صاحب چونک پڑے۔ اور فوجی سرداروں کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ بچارے خود پریشان۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں کوتوال صاحب بھی آ گئے۔ وزیر میاں آنکھ دبا کر بولے "داروغہ جی! یہ لوگ تمہاری بڑی شکایت کرتے ہیں"۔ کوتوال اشارہ پا گیا مسکرا کر بولا "سرکار! ان کے رشتہ دار دیوانے ہو کر نکل گئے۔ ان کے غم میں یہ پاگل ہو رہے ہیں۔ کہیں سے سفید چیل کا پَر ہاتھ آ گیا۔ اُسی کو نچاتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں بگلہ آ گیا۔ دیو آ گیا۔ یہ۔ وہ۔ اُنہوں نے سارے شہر میں گڑبڑی مچا رکھی ہے۔ ہاہاہا بگلہ بچارا یہاں کیا کھا کر آئے گا کیا اُسے اپنی جان پیاری نہیں؟

دو تین مچھلیوں نے آگے بڑھ کر کچھ کہنا شروع کیا تھا۔ کہ وزیر صاحب

بگڑ بیٹھے۔ دندنا کر بولے "اگرچہ۔ مگرچہ۔ چنانچہ۔ لیکن ولیکن کی ضرورت نہیں۔ مطلب کی بات کہو۔ بند کرو یہ بھیں بھیں"۔

مچھلیاں حیران رہ گئیں۔ ایک لفظ منہ سے نہ نکلا۔

وزیر نے پوچھا "کچھ اَور کہنا ہے تمہیں"؟

مچھلیوں نے آنسو بھری نگاہوں سے وزیر کی طرف دیکھا۔ اور سر ہلا دئے۔

وزیر نے نرم لہجہ میں کہا "تو پھر بیکار وقت کھونے سے فائدہ؟ جاکر اپنے رشتہ داروں کو تلاش کرو۔ ان کا علاج کراؤ۔ بڑے ڈاکٹر کو چھٹی میں لکھ دوں گا۔ یہی ہو سکتا ہے ــــ اور اس کے سوا کیا؟ ــــ کیوں ــــ ہیں نا!

مچھلیاں چپ چاپ وہاں سے چل دیں۔ ان کے جانے کے بعد کوتوال صاحب کھلے۔ سارا حال کہہ سنایا۔ وزیر نے فوجی سرداروں کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ انہوں نے کوتوال کی طرف۔ پھر سب ہنس پڑے۔

تیسرے دن بگلے نے اس زور سے تڑی کھیلی۔ کہ ساٹھ ستّر مچھلیاں ہڑپ کر گیا۔ اب تو بہت شور مچا۔ مچھلیاں رو رو کر کہنے لگیں:-

"نارائن دیا کر! بچا اس پاپی سے"۔

ایک ننھّی مچھلی موتیا نامی سر مٹکا کر بولی:-

Taj Tahir Foundation

"بہنو! گھبراؤ نہ۔ میں راجہ کے پاس جاتی ہوں" ❊

کیچڑ کے خوب صورت محل میں۔ مچھلیوں کے راجہ۔ مہاراج روہو بیٹھے تھے سیپیوں کے تخت پر۔ بائیں طرف اُن کی مہارانی لاچی براج مان تھیں اور بغل میں بہت سی کٹیر مچھلیاں اپنے کانٹوں کو بھالے کی طرح تانے کھڑی تھیں۔ اور رانی کے چاروں طرف گھوم گھوم کر پہرہ دے رہی تھیں۔ پیچھے جھینگوں کی ایک پلٹن تیر کمان لگائے کھڑی تھی۔ کچھ مچھلیاں راجہ اور رانی کے سر پر چنور ہلا رہی تھیں۔ چنّی مچھلی اپنی آنکھیں مٹکا مٹکا کر تھرک رہی تھی۔ اور ناچ گا کر درباریوں کو خوش کر رہی تھی۔ سامنے وزیر بیٹھے تھے۔ جو کبھی اپنے کاغذ پتّروں کو الٹتے تھے۔ اور کبھی راجہ کے منہ کی طرف دیکھ کر جی حضور۔ جی حضور کر رہے تھے + وزیر صاحب کے پیچھے زمین میں سُرنگ لگا کر آسمان کو اُڑانے والی فوج کے سردار رائے کھینچا سنگھ بیٹھے تھے۔ اُن کے پیچھے ڈنڈا فوج کے افسر خان صاحب اکڑ باز خاں داڑھی چڑھائے منہ پھُلائے (دیوں) بیٹھے تھے۔ اور انکے پیچھے اَور سردار ❊

تمام دربار رنگ برنگی مچھلیوں سے کھچاکھچ بھرا تھا۔ اتنے میں موتیا دیوی سامنے سے آتی دکھائی دی۔ اُسے دیکھتے ہی سارا دربار سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ مہارانی نے اُٹھ کر گلے لگایا۔ اپنے پاس بٹھا لیا اور چمکار کر بولی۔ "بیٹا! اچھی رہیں تم"۔ راجہ نے بھی یہی پوچھا ❊

موتیا۔ رانی کی گود سے اتر پڑی۔ ہاتھ باندھ کر تخت کے آگے کھڑی ہو گئی۔ اور کہنے لگی۔

"مہاراج! لونڈی کی ایک عرض ہے۔ جان کی اماں پاؤں تو۔"

راجہ بولا: "کہو!"

موتیا ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی "مہاراج! پرجا۔ راجہ کی اولاد کے برابر ہے۔ راجہ کو چاہئے۔ کہ وہ اپنی اس اولاد کی خبر لیتا رہے۔ سدا اُس کے دُکھ سُکھ کا خیال رکھے۔ پر کیا بات؟ آج کل ہم لوگوں پر جو گزر رہی ہے۔ حضور کو اس کی خبر تک نہیں"۔

راجہ شرمندہ ہو کر بولا "کیا ہوا؟ بیٹا! تم پر ایسی کیا مصیبت آن پڑی۔ کہو۔ ہم اسے دور کر دیں گے"۔

موتیا نے کہا "مہاراج! کیا عرض کروں؟ بڑی بھاری مصیبت ہے۔ جو یہ مصیبت مجھی کو اُٹھانی پڑتی۔ تو اچھا تھا۔ نہ میں فریاد کرتی نہ حضور کو تکلیف پہنچتی۔ پر اس میں تو ساری قوم پھنسی ہوئی ہے۔ تالاب پر نہ جانے کہاں سے ایک بگلا آن مرا ہے۔ موئے نے اودھم مچا رکھا ہے۔ جو کچھ دنوں یہی حالت رہی۔ تو بس۔ راجہ جی! ہم تو مارے گئے۔ کھر کھوج۔ پاپی روز آتا ہے روز سویرے ہی۔ اور مچھلیاں کھا پی۔ مونچھوں پر تاؤ دے۔ اُڑن چھو۔ کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں کہ تیرے مُنہ میں کے دانت ہیں"۔

یہ خبر سُنکر راجہ بہت بھنّائے۔ سرداروں کی طرف دیکھ کر بولے "آپ لوگوں کے ہوتے ایک بگلے کی یہ مجال۔ افسوس!

سردار کھینچا سنگھ کرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور رونداکر بولے۔ "حضور بھلے سوچ میں پڑے۔ خاکسار کو اجازت دیجے کہ تالاب پر قدم رکھتے ہی اُسے اپنی سرنگوں سے اُڑا دے"۔

مسٹر فیئر نے اپنے ٹوپ کو سر سے اُتار کر کڑکتے ہوئے کہا۔ "سردار کھینچا سنگھ کو تکلیف کرنے کا ضرورت نہیں ہے۔ کہئے تو ہم اپنے ہوائی جہاز سے گولا برسا کر اُسے بھون ڈالے"۔

خاں صاحب اکڑباز خاں کب چوکنے والے تھے۔ داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے "حضور! ایک ننھے سے پرند پر سرنگ لگانے یا گولہ برسانے کی کیا ضرورت ہے۔ حکم ہو۔ تو میں اپنی فوج لے جاکر اُسے ٹانگ لاؤں"۔

رو ہو مہاراج تھے غصّہ میں۔ جل کر بولے "تم تینوں جاکر پاجی کا کام تمام کر دو۔ میں ایسے کمینہ کا مُنہ دیکھنا نہیں چاہتا"۔

راجہ نے بے سوچے سمجھے حکم دیدیا۔ اس پر موتیا کو ہنسی آرہی تھی۔ لیکن بھرے دربار میں ہنسنا ٹھیک نہ تھا۔ مُنہ بناکر بولی "مہاراج! آپ کے سرداروں کی باتیں سُنیں۔ اور پہلے بھی سُن چکی ہوں۔ اس میں شک نہیں یہ لوگ بڑے بہادر ہیں۔ گستاخی معاف! وہ بگلا بھی بڑا کائیاں ہے۔ اس کے آگے کسی کی کچھ نہ چلے گی"۔

سرداروں کو غصّہ تو بہت آیا۔ پر موتیا کے سامنے کچھ کہہ نہ سکے۔ کیونکہ راجا۔ رانی۔ موتیا کو بہت پیار کرتے تھے۔ دوسری وجہ یہ کہ رانی نے بھی موتیا کی ہاں میں ہاں ملادی تھی + رد ہو مہاراج نے پوچھا "پھر اس پاجی سے کس طرح چھٹکارا ہو۔ بیٹا! تم ہی کوئی تدبیر سوچو"

موتیا ہاتھ جوڑ کر بولی "مہاراج! مجھے آپ کیوں شرمندہ کرتے ہیں۔ کس لایق ہوں میں۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔ میرے خیال میں تو ہم سب کو مل کر کوئی تدبیر سوچنی چاہئے۔ ایسا کیجے! کل پانی کے تمام جانوروں کو ایک جگہ اکٹھا کر لیجے۔ کہاوت ہے ؎

پانچ سات مل کیجے کاج ہارے جیتے۔ نہ آئے لاج

ایک جلسہ ہو جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ اور اس جلسہ کا صدر کیکڑے خاں کو بنائیں۔ تو نہایت مناسب" + کیکڑے کا نام سنتے ہی تمام درباری چونک پڑے۔ خود راجہ کو بُری معلوم ہوئی یہ بات۔ کہ کیکڑا ہم سب سے اونچی جگہ بیٹھے۔ موتیا دیوی تاڑ گئی۔ کہنے لگی "یہ بھید کھلے گا۔ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے کیکڑے کو صدر بنانے کے لئے کیوں کہا تھا۔ مانا کہ آپ لوگ بڑے بہادر ہیں۔ دیالو ہیں۔ دھرماتما ہیں۔ پڑھے لکھے اور سمجھ دار ہیں۔ سب کچھ سہی۔ لیکن جو کام گیدڑ کر سکتا ہے۔ وہ شیر نہیں کر سکتے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ بگلا بھگت ہم میں سے کسی کے بس کا نہیں۔ اُسے تو کیکڑا خاں ہی نیچا دکھا سکتے ہیں" +

راجہ بڑی دیر سوچتا رہا۔ پھر اُس نے اجازت دے دی ۔

موتیا نے بڑی دھوم سے جلسہ کرنے کی ٹھانی۔ گھونگے۔ مینڈک۔ کچھوے۔ تمام پانی کے جانوروں کو بُلا بھیجا۔ اور مچھلیوں کا ٹھیرا جلسہ۔ سینکڑوں اکٹھی ہو گئیں۔ ننھی۔ منّی۔ موٹی۔ لانبی۔ پتلی + نیلوفر کے پتّوں کا پنڈال بنایا گیا۔ نیچے کائی کا مخملی فرش بچھا۔ اُس پر کنول گکڑی کے تکیے۔ شامیانہ میں بلبلوں کے قمقمے لٹک رہے تھے۔ اور باہر کی جانب چھوٹی چھوٹی تختیاں۔ جن پر یہ فقرے لکھے تھے "اتفاق" "پاپی کی سزا موت" "بگلا بھگت کو مٹا ڈالو" ۔

پنڈال کے آگے موٹے حرفوں میں لکھا تھا "سمندری جانوروں کا ملاپ"۔ اندر صدر صاحب کے بیٹھنے کو خوب اونچی جگہ بنائی گئی تھی۔ اور ہر قوم کے بیٹھنے کو ایک الگ جگہ۔ جتنی قومیں تھیں۔ پنڈال کو اتنے ہی حصوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ یہ اس لئے کہ بندوبست میں کوئی گڑبڑی نہ پڑے ۔

جلسہ کے دن پنڈال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ پانی کے تمام جانور اپنی اپنی جگہ بیٹھے تھے۔ مینڈکوں کے درجہ میں مینڈک ہی مینڈک۔ اور گھونگوں کے حصّہ میں صرف گھونگے تھے + جلسہ میں ایسی رونق تھی کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ اس شان کا جلسہ ہندوستان میں اَور کہیں نہ دیکھا اندر۔ باہر اتنی بھیڑ تھی۔ کھوے سے کھوا چھِل رہا تھا۔ کئی بچّے دب کر مر گئے + ٹھیک ۷ انج کے ۸۰ منٹ ۹۵ سیکنڈ پر کچھوے کی پیٹھ پر چڑھے

Taj Tamir Foundation

Taj Tahir Foundation

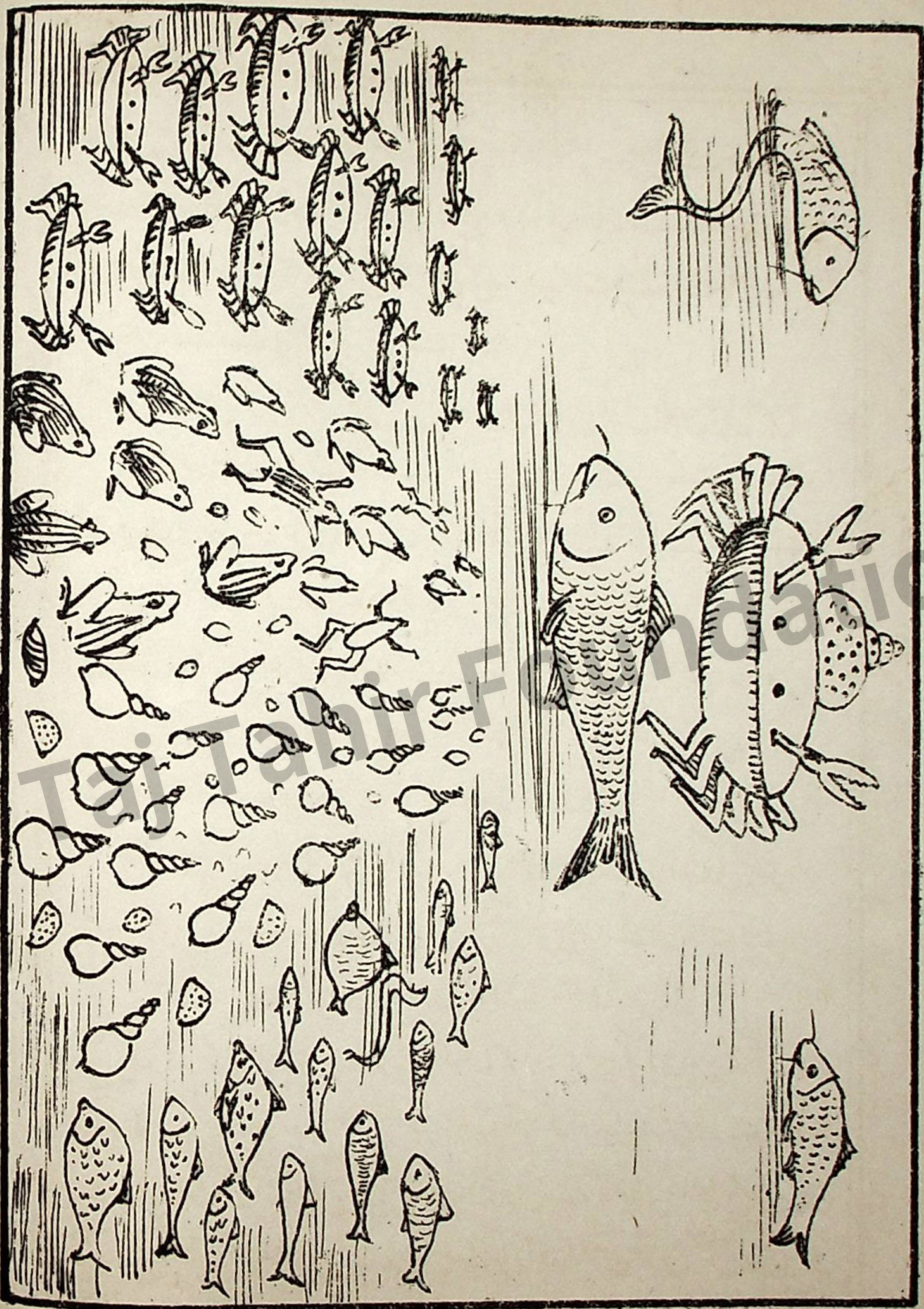

Taj Tahir Foundation

غرور میں اکڑے۔ صدر صاحب اسٹیج پر آئے۔ جلسہ میں جتنے جانور تھے۔ سب نے اُٹھ کر تعظیم دی۔ پھر مہاراج روہو کی اجازت سے شریمتی موتیا دیوی نے جلسہ کی کارروائی شروع کی۔ سب سے پہلے میاں مینڈک نے سُریلی آواز سے یہ نظم پڑھی ؎

غیں۔ غاں غوں غوں غیں غیں ۔ غیں غاں غوں غوں غیں غیں
بگلے نے کیا روپ بھرا ہے ۔ مالا لی ہے۔ بھگت بنا ہے
ویسے یہ مکّار بڑا ہے ۔ چُپکے چُپکے تاک رہا ہے
دوڑو۔ دوڑو۔ دوڑو۔ دوڑو
سب مل جُل کر اس کو مارو ۔ ٹانگیں کھینچو۔ پگڑی اُتارو
سوچ رہے ہو کیا اے پیارو ۔ قوم پہ اپنی جانیں وارو
دوڑو۔ دوڑو۔ دوڑو۔ دوڑو
کہتی ہے یہ بھارت مائی ۔ ملنے میں ہے سب کی بھلائی
آؤ۔ آؤ سارے بھائی ۔ کیسی ہم نے نظم ہے گائی
دوڑو۔ دوڑو۔ دوڑو۔ دوڑو

ایک تو سُریلا گلا۔ دوسرے موتیا کا بنایا ہوا گیت۔ مینڈک نے جلسہ کو سر پر اُٹھا لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اولے برس رہے ہیں۔ تمام جانور سُن ہو گئے۔ جنہیں ہوش تھا۔ انہوں نے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ ننھی ہتھیلیوں سے چٹا چٹ کی آواز اس طرح نکل رہی تھی

جیسے چنوں کی بھاڑ سے + اس کے بعد مہاراج کا لکچر شروع ہوا۔
پیارے بھائیو اور بہنو! آپ کا شکریہ۔ خوشی کی بات ہے کہ آج
ہم سب ایک جگہ اکٹھے ہیں۔ اور آپ صاحبان کو تکلیف دینے کی وجہ یہ ہے
کہ ہماری نسل دنیا کی تمام نسلوں سے پُرانی ہے۔ آپ نے کتابوں میں
پڑھا ہوگا۔ کہ زمین پر چلنے پھرنے والی ایک نسل ہے۔ جو انسان کہلاتی
ہے۔ اُس انسان نے یہ بات معلوم کی ہے۔ کہ زمین سے پہلے پانی تھا۔
تو اب میرا خیال یہ ہے کہ اگر پانی ہی پانی تھا۔ تو جہاں پانی ہوگا۔ وہاں
ہم بھی ضرور ہوں گے۔ سوچنے کی بات ہے۔ اے میرے بھائیو! پھر تو
ہم سے پہلے نہ انسان تھے نہ حیوان نہ پہاڑ نہ زمین۔ اگر تھے تو ہم۔ اگر
تھیں۔ تو ہماری نسلیں۔ بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی تمام نسلیں ہماری ہی
نسل سے پھیلیں۔ دیکھئے! اسی انسان کی نسل میں ایک صاحب ہو
گذرے ہیں۔ کیا نام.... اوں اوں۔ افسوس! مجھے نام تو یاد نہیں۔
لیکن ان کی ساری کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ ہاں تو وہ صاحب فرماتے ہیں
"کہ جب بندر کی دُم گھستے گِھستے غائب ہوگئی۔ اور بدن کے بال گر گئے۔
تو وہ ہوگیا انسان" اس پر میں یہ کہتا ہوں۔ کہ اگر غور سے دیکھئے۔ تو پتہ
چلے گا۔ کہ یہ بندر بھی ہماری نسل کے ایک شخص مینڈک کی اولاد سے
ہیں۔ جن کا گانا ابھی سُن چکے ہیں آپ ٭

ہش شو شو۔ اسے بھی چھوڑیئے۔ صرف آنکھ سے کام لیجئے۔

Taj Tahir Foundation

دیکھئے! نا؟ بندر اور مینڈک کے جسم کی بناوٹ بالکل ایک جیسی ہے۔ رہ گئی دُم اور روئیں کی بات۔ سو جس طرح بندر۔ دُم اور بال اُڑنے سے انسان بن گیا۔ اسی طرح مینڈک کے دُم اور بال بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور وہ بھی بندر بن سکتا ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ مینڈک کے بچوں کے تو اب تک دُم ہوتی ہے۔ اسی طرح غور کئے جائیے۔ تو یہ بھید کھُلے گا۔ کہ زمین کا سب سے بڑا جاندار یعنی انسان ہماری اولاد ہے۔ یہی نہیں! بلکہ زمین پر جتنے جان دار نظر آتے ہیں وہ سب ہمارے بیٹے ہیں۔ اور ہم اُن کے باپ٭

اگر پھیلائی جائے۔ تو یہ بات بہت لمبی چوڑی ہو جائے گی۔ میں نے چند ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں آپ کی اور آپ کی نسلوں کی حالت بیان کی ہے کسی دن موقع ملا۔ تو پوری کتھا سناؤں گا۔ خیر "آیئے"۔ اب مل کر وہ کام کریں۔ جس کے لئے ہم سب اکٹھے ہوئے ہیں۔ کھُوں۔ کھُوں۔ کھُوں۔ کھُوں۔ کھُوں۔ کھُوں۔ خی خی۔ اَخ تھو۔ کمبخت نزلہ نے کئی دن سے پریشان کر رکھا ہے۔ کبھی پھر کھانسی اُٹھ کھڑی ہو۔ اس لئے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ اور آپ صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور۔ اور۔ بیٹی موتیا کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ آج کے جلسے کا مطلب سمجھا دے٭

یہ سنتے ہی موتیا پھُدک کر اسٹیج پر آ کھڑی ہوئی۔ اور منمنا کر بولی:۔

مرے بھائیو۔ بہنو!

Taj Tahir Foundation

موئے بگلے نے جو ظلم ہم سب پر ڈھار کھا ہے۔ بھگوان اس کی کایا کے آگے لائے۔ کلنکی کوڑھی کہیں کا۔ ساری مچھلیاں نگلے جاتا ہے۔ مردار نے بھرے کنڈ کا صفایا کر دیا۔ اے ہئے۔ جو کچھ دنوں یہی راگ رہا۔ تو بس۔ ہم پنپ چکے۔ دیکھیو بھائیو! تم سر پکڑ کر روؤ گے۔ تم کیا اور ہم کیا؟ سب روئیں گے۔ پھر پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اس وقت ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔ آج کے جلسہ کا مطلب یہی ہے۔ کہ ہم سب مل کر کوئی ایسی تدبیر سوچیں جس سے اس پاپی کا جھگڑا مٹے۔ مٹ جائے گا بھائیو۔ گھبراؤ نہ۔ آپ کو یاد ہوگا؟ پچھلے دنوں ایک راکشش نے آدمی کھانے شروع کر دیئے تھے۔ تو انسانوں کی حفاظت کے لئے بھگوان نے ایک دس منہ والی دیوی بھیج دی تھی۔ اس وقت ہم لوگ بھی ویسی ہی مصیبت میں پھنسے ہیں بگلا بھگت اُس راکشش سے بھی زیادہ ظلم کر رہا ہے۔ پھر کیا بات؟ ہمارے ہاں کوئی اوتار نہ ہو۔ ہے۔ اور ضرور ہے۔ یہ دیکھئے۔ بھائی کیکڑے خاں آپ کے سامنے بیٹھے ہیں۔ ان کے بھی دس ہاتھ ہیں۔ بھگوان نے چاہا۔ تو ہمیں یہ ضرور اس بلا سے چھٹکارا دلائیں گے۔ کیوں نہ آج کے جلسہ کا اُنہیں صدر بنا دیا جائے؟

خوشی کے نعروں سے سارا پنڈال گونج اُٹھا۔ شامیانہ کانپنے لگا۔ کنڈ کا پانی ایسے جھکولے کھا رہا تھا۔ جیسے زلزلے کے وقت۔

خدا خدا کر کے یہ قیامت رُکی۔ صدر صاحب گدی پر بیٹھے۔ مہاراج رو ہو نے عجیب و غریب قسم کے پھولوں کا ایک ہار ان کے گلے میں ڈالا۔ صدر صاحب پھولے نہ سمائے۔ کُرسی پر کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے دسوں ہاتھ مٹکا مٹکا کر بڑے جوش سے بولے:۔

"مہاراج رو ہو۔ شریمتی موتیا اور تمام بھائیوں کا شکریہ! کہ آپ صاحبان نے مجھے بہت عزت بخشی۔ لیکن موتیا دیوی نے جو کسی دس مُنہ والے دیوی دیوتے سے میری برابری کی ہے۔ اس کے لئے میں کیا کہوں۔ پر یہ ضرور کہوں گا۔ کہ ایسا کر کے اُنہوں نے بھلائی کے پردے میں بُرائی کی ہے۔ کہاں وہ دس مُنہ والی عورت۔ اور کہاں میں؟ ارے صاحب! غور تو کیجے۔ مرد۔ عورت میں بڑا ابل ہے۔ اماں۔ مرد کا مقابلہ عورت کیا کر سکتی ہے؟ کچھ نہیں جی۔ وہ بچاری کیا کرتی۔ موتیا دیوی بُرا نہ مانیں۔ عورتیں آئی۔ اوئی کرنا۔ ہتھیلیاں پٹخانا ہی جانتی ہیں۔ کام کے شاہ ہیں۔ تو مرد + ہیں اپنے مُنہ سے میاں مٹھو بننا نہیں چاہتا۔ کل دیکھ لیجئے گا۔ اس پاجی کو چھٹی کا دودھ یاد نہ آجائے تو سہی۔ کہاں کا بھگت بنا پھرتا ہے + سوچتا ہو گا۔ کہ میرے منہ میں کوئی لگام دینے والا نہیں۔" میں کیا کروں گا؟ یہ نہیں بتا سکتا ـــ ظاہر ہو جائے گا دیکھ لینا! اسی وقت پتہ چل جائے گا آپ کو۔ ہاں اس میں بھلائی ضرور ہو گی۔ یہ آپ سمجھ لیں کیونکہ جو کچھ ہو گا شریمتی کے صلاح مشورہ

سے۔ اور میں یعنی دس ہاتھ والا شتر نمان کیکڑا خاں بہادر اس کام کو پورا کرے گا۔۔۔ یہاں اس لئے ظاہر نہیں کرتا وہ بات۔ کہ اگر بگلا بھگت کے کانوں تک پہنچ گئی۔ تو سارا گُڑ گوبر ہو جائے گا۔ اور اُسے خبر دینے والے بھی کوئی مہاشہ ہی ہوں گے۔ مجھے شک ہے کہ آج کے جلسہ میں بھی کوئی نہ کوئی جاسوس ضرور ہے۔ سُنا ہے بگلا بھگت نے ایک بڑی رقم خفیہ کو دی ہے۔ خیر۔ ہمیں اس سے کیا؟ حقہ تھوڑی لینا ہے اب میں اپنا لکچر ختم کرتا ہوں۔ اور آپ کے دلوں کو گرم کرتا ہوں۔ خوب پھُول پھاں کئے جایئے۔

اس کے بعد ممبر چُنے گئے۔ اور تمام ممبر ایک جگہ بیٹھ کر تدبیریں سوچنے لگے۔ آپسمیں بڑی تو تو میں میں ہوئی۔ ممبر لوگ کئی بار اُٹھ اُٹھ کر بھاگے اور کئی دفعہ بیٹھے۔ دھول دھپّہ تک نوبت آگئی۔ موتیا دیوی بھلے کو تھی جو اس نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ پھر سبھا بیٹھی۔ پھر غل مچا۔ آخر تین باتیں طے ہوئیں۔ ایک تو بگلا بھگت کی حرکتوں پر افسوس۔ دوسری یہ کہ موتیا دیوی اور کیکڑے خاں کو بگلا بھگت کے بھگانے کی تدبیریں سوچنے پر مبارکباد۔ تیسری تجویز یہ تھی۔ کہ کل تمام پانی کے جانور اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔

سبھا کے سامنے ان باتوں کو رکھتے ہوئے صدر صاحب نے فرمایا۔

"شریمتی موتیا جی۔ آپ اپنے بچوں کو اچھی طرح تاکید کر دیجئے۔ کیوں کہ

سات گھاٹ کا پانی پیئے بغیر اُن کی روٹی ہضم نہیں ہوتی"۔ سیر کرنے کا بہت شوق ہے اُنہیں ؞

صدر صاحب کو مبارک ، دینے کے بعد جلسہ ختم ہوا ؞

آج بھگت جی تالاب پر ذرا دیر سے پہنچے۔ یہ اس لئے۔ کہ آج بھگتنی نے انڈے دئیے تھے۔ اسی جھگڑے میں پھنسے رہے۔ سوچا کون سا دفتر ہے کہ وقت پر نہ پہنچے۔ تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔ جس وقت گڑھے پڑ جائیں گے۔ مچھلیاں ہماری۔ اور ہم مچھلیوں کے۔ ٹھونس ٹھانس کر لیں گے۔ اور موٹی موٹی مچھلیاں بھگتنی کے لئے لیتے آئیں گے؞

"ارے یہ کیا! آج ایک بھی مچھلی نہیں۔ کیا بات ہے؟ بابا! وہ چلبلی موتیا۔ وہ چنچل جھینگا۔ وہ بھولا بھُلا۔ وہ بانکی کیٹر۔ بھگوان میرے! کہاں گئیں یہ سب مچھلیاں! ـــــ سارا تالاب چھان مارا۔ ایک بھی نہ ملی ؞

کیا میری آنکھیں خراب ہو گئیں؟ یا یہ وہ تالاب نہیں ـــــ وہی بالکل وہی ـــــ وہ سامنے پیپل کا پیڑ۔ وہ گاؤں کا اسکول۔ دھرم شالا کی بُرجی۔ سب کچھ دکھائی دے رہا ہے۔ یارو! کیا بات؟ کُنڈ میں مچھلیاں کیوں نہیں؟ کیا ان لوگوں نے ہڑتال کر دی۔ اُف۔ مارکٹ بند۔ اب کیا ہو؟ بھوک کے مارے میری انتڑیاں سُکڑی جاتی ہیں۔ اُدھر بھگتنی بیمار ؞

Taj Tahir Foundation

میں نے دو چار فاقہ کر بھی لئے۔ تو وہ بچاری میرا ساتھ کس طرح دے سکتی ہے؟ وہ ٹھیری زچہ۔ ہے رام کیسی کروئی۔ کہیں مچھلیوں نے کوئی داؤ نہ کھیلا ہو۔ کیا خبر۔ چکمہ دیا ہو؟ خیر "بچیو! جاؤگی کہاں؟ ہم بھی یہیں۔ گھروں میں کب تک سر جوڑے بیٹھی رہوگی۔ باہر نکلے بغیر کام نہ چلے گا۔ اور اب کی میں اس صفائی سے کام کروں گا۔ کہ دُم پکڑی۔ اور ہضم۔ دُم پکڑی اور ہضم" ——— یہ کہتے کہتے آپ ایسے غصہ میں آئے۔ کہ ناچنے لگے۔ پھُدکتے پھرتے تھے۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر۔

"ہے ایشور! کہاں گئیں سب! کوئی نظر نہ آئی اب تک۔ ایک بھی نہ۔ بھگوان میرے کیا ہوئیں اِس کنڈ کی مچھلیاں۔ پرماتما! پرماتما!! اے پربھو ——— اچھا ——— اگر آج میں نے فاقہ کر ہی لیا۔ اور بھگتنی بھی پیٹ پر پتھر باندھ کر پڑ رہی۔ لیکن تم۔ ہائے تمہیں کیسے بھوکا رکھ سکوں گا۔ تمہاری بھینٹ کے لئے تو کچھ نہ کچھ ضرور چاہئے۔ میں ٹھیرا بھگت! نارائن! تم بھی اتنے دنوں سے دیکھ رہے ہو۔ میں ہر روز پہلے تمہارے نام کا کھانا نکالتا ہوں۔ تب کھاتا ہوں۔ لوگ دل میں ہنسیں گے۔ کہ واہ اچھا بھگت ہے۔ کہ بھگوان کے لئے مچھلیوں کا بھوگ لگاتا ہے۔ مگر اس میں ہنسنے کی کون بات؟ کیا بنگالی لوگ مچھلی کا بھوگ نہیں لگاتے۔ اُن پر کیوں نہیں ہنستے۔ ان پر کیوں ہنسیں۔ بم کے گولوں سے دانت نہ توڑ دیں وہ۔ میں ٹھیرا بھگت آدمی۔ سیدھا سادہ۔ کمزور۔ مجھ پر دانت

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

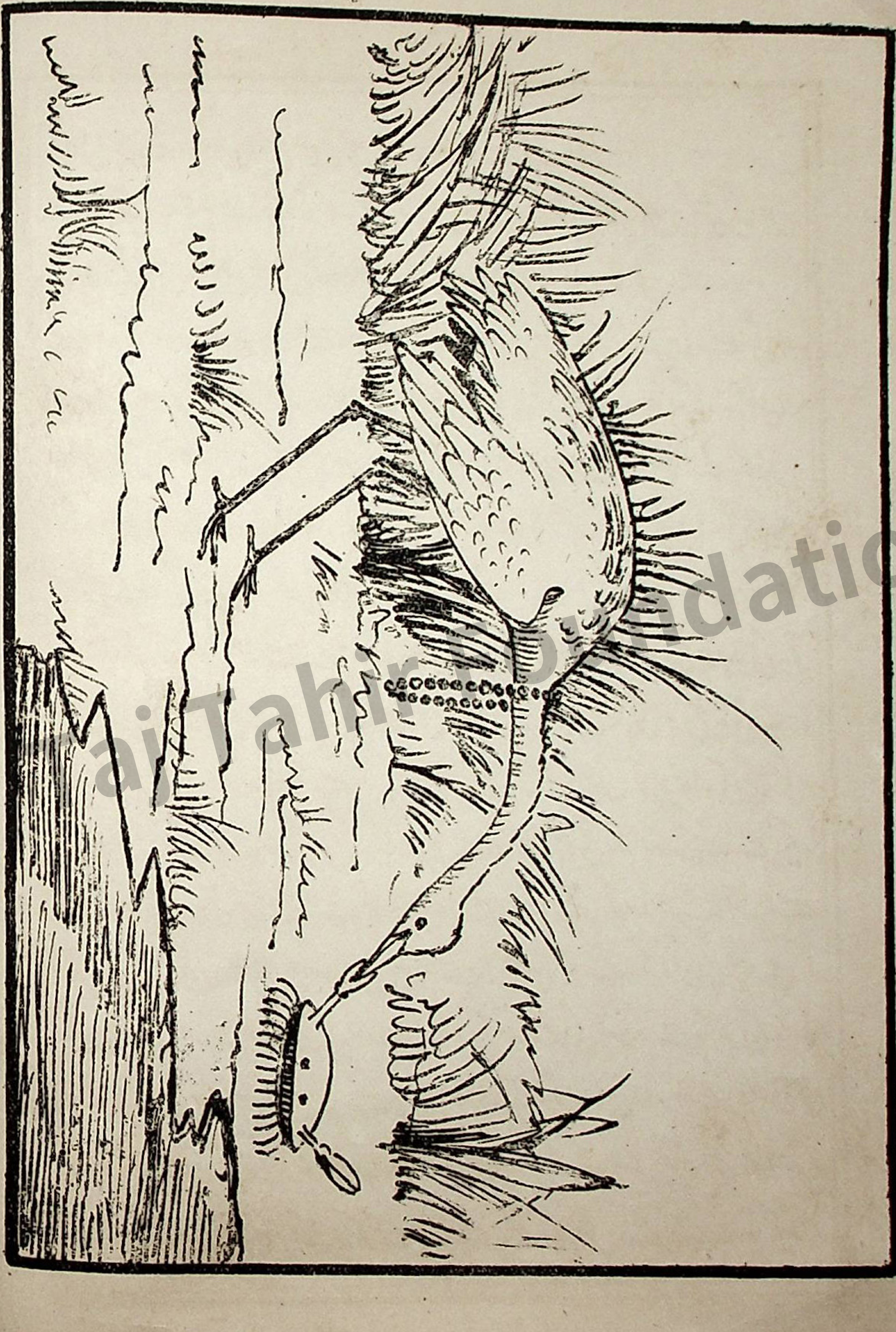

Taj Tahir Foundation

نکال دیئے۔ رہیں ہیں ہیں۔ واہ رے ہسنے والو!
یہ کیا؟ آہا — کیکڑا۔ چھی۔ میں اسے کھاؤں گا۔ کہیں شیر گھاس
کھاتے ہیں۔ کبھی نہیں۔ کھاؤں گا گھی سے یا جاؤں گا جی سے"۔
موتیا اور روہو پر چلنے والی چونچ۔ اِس ذلیل کیکڑے پر اُٹھے گی۔
تعجب!! اچنبھا! مچھلی ایک بھی نظر نہ آئی — خیر شگن تو ہو گئے۔ مچھلیاں
آج باہر نہ نکلیں۔ تو کل ہتھے چڑھیں گی۔ لاؤ پھر اسی کو ٹھکانے لگاؤں۔
کم سے کم نشانے کی مشق ہی سہی۔ گھی نہ کھایا۔ گیا ہی بچا لیا۔ آؤ میاں
کیکڑے۔ بولو جے رستم پہلوان کی۔
یہ کہہ کر بگلا بھگت نے پینترا بدلا۔ اور ایک آنکھ دبا کر چونچ جو چلائی۔ تو
کیکڑے نے مُنہ میں بھر لی۔ بھگت جی جھلّا اُٹھے۔ جھٹ اپنی چونچ پانی سے
باہر کھینچ لی۔ اور لگے اُسے ہلانے جُلانے۔ لیکن وہاں تو اونٹ کی پکڑ تھی۔
ذرا ٹس سے مس نہ۔ ہاں۔ ایک بات اَور یہ ہوئی۔ کہ جب کیکڑے نے دیکھا
کہ کہیں ہلانے جُلانے سے چونچ چھوٹ نہ جائے۔ تو دوسرے مُنہ سے
اُن کی گردن دبا لی۔ بھگت جی بہت پریشان ہوئے۔ گردن پر چھری۔ تو
مُنہ میں تالا۔ نہ چلّانے کی صورت نہ سر اُٹھانے کی ضرورت۔ آخر ایک دفعہ
اُنہوں نے پوری طاقت سے پَر پھڑپھڑائے۔ دُم تانی اور اِدھر اُدھر اُچھل
کُود کی۔ لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ چونچ بند تھی۔ دم گھٹ رہا تھا۔ دل ہی دل
میں بھگت جی اپنی تقدیر کو کوس رہے تھے۔ وہاں سے اُڑے۔ تو کیکڑا

چونچ اور گردن پکڑے ساتھ لٹکتا چلا۔ اس پیڑ سے اس پیڑ پر۔ اس شاخ سے اس شاخ پر۔ اِدھر کیکڑا اپنے دانتوں کو دبا رہا تھا۔ جس سے بھگت جی کی چونچ آہستہ آہستہ کم ہو رہی تھی۔ بڑی مصیبت کا سامنا تھا۔ بھگت نے سوچا۔ بھگتنی کے پاس چلیں۔ آخر بیوی ہے۔ ضرور مدد کرے گی۔ گرتے پڑتے گھر پہنچے۔ بھگتنی "اُے ہے" کہہ کر دوڑی۔ بھگت کا مُنہ تو بند تھا۔ لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی بھگتنی میاں کی حالت دیکھ کر ایسی سٹ پٹائی۔ کہ اُسے اپنی بیماری کا بھی خیال نہ رہا۔ جھٹ مدد کو تیار ہو گئی۔ لیکن جوں ہی کیکڑے کی طرف چونچ چلائی۔ اُس نے ایک منہ سے بھگت کی گردن چھوڑ بھگتنی کی چونچ پکڑ لی۔ عجب تماشا تھا۔ بھگت بھگتنی دونو اُس کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ کیکڑا تھا گیانی۔ اس نے سوچا کہ اگر ایسی حالت میں یہ دونو دو طرف کو اُڑے تو میری خیر نہیں + یہ سوچ کر کیکڑے خاں نے بھگت کی چونچ دھر دبائی۔ جھٹ صاف! اپنی لہو لہان آدھی چونچ لئے بگلا یہ جا وہ جا۔ اب رہ گئی بگلن یعنی بھگتنی۔ اُن پر جو بیتی۔ خدا کسی پر نہ بیتائے۔ ایک تو بچاری نے اسی وقت انڈے دئے تھے۔ دوسرے کیکڑا خاں کی پکڑ۔ میاں نے تو چھٹکارا پاتے ہی دُم دِکھا دی۔ ان سے کچھ مدد کی امید ہی نہ تھی۔ اکیلی جان نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے۔ آخر بے بس ہو کر رہ گئی۔ چونچ کا اوپری حصّہ کٹ چکا تھا۔ اتنے میں کیکڑے

Taj Tahir Foundation

کا دھیان انڈوں کی طرف گیا۔ جھٹ بھگتنی کو چھوڑ اُدھر کی راہ لی + جان بچی لاکھوں پائے۔ بھگتنی بھاگی وہاں سے۔ کیسے انڈے؟ اور کس کے بچے؟ اپنی ہی جان مصیبت میں تھی۔ جان ہے۔ تو جہان ؛

کیکڑا انڈوں کو کترنے لگا۔ بھگت اور بھگتنی دونو پاس پاس ڈالیوں پر بیٹھے ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے۔ چونچیں خون میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اور آنکھیں آنسوؤں سے تر۔ غم کے مارے کلیجے پھٹے جاتے تھے ؛

کیکڑے خاں صاحب بہادر۔ بیچارے بھگت کا قلعہ فتح کر کے بہت خوش ہوئے غرور کے نشے میں چور مونچھوں پر تاؤ دیتے گھر پہنچے ؛

اِدھر بھگت۔ بھگتنی کا بُرا حال تھا۔ انڈے برباد۔ خود لہولہان بھگتنی کی چونچ کا اوپری حصّہ کٹ گیا تھا۔ اور بھگت کی آدھی چونچ غائب تھی + کچھ دن تو زخموں سے پریشان رہے۔ پھر شرم کے مارے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا۔ باہر جاتے تھے۔ تو پرندے مذاق اُڑاتے تھے۔ بھوک سے تنگ آ کر شکار کو نکلے بھی۔ تو سو عذابوں کا ایک عذاب یہ تھا۔ کہ مچھلیاں بس میں نہ آتیں۔ بھگت نے اس تالاب کو چھوڑ دیا۔ لیکن جہاں کہیں جاتے کیکڑے کا خوف سر پر سوار رہتا۔ ڈرتے ڈرتے خوب دیکھ بھال کر پاؤں رکھتے۔ اور بڑی نزاکت سے گردن گھما کر چونچ چلاتے۔ آپ تو اس ادا میں رہتے۔ اور مچھلیاں نکل بھاگتیں ؛

قسمت سے جو دو چار مل جاتیں تو کچھ آپ کھاتے۔ اور کچھ بھگتنی کو کھلاتے

Taj Tahir Foundation

اوّل تو وہ کھا ہی نہ سکتی تھی۔ بھگت جی اپنی چونچ سے کھلاتے تھے۔ جس طرح چڑیا اپنے بچوں کو دانہ بھراتی ہے۔ ہا۔ آج وہ دن تھا کہ بچاری اپنے بچوں کو کھلا پلا کر خوش ہوتی۔ کہاں آج اُسے خود بچوں کی طرح کھانا پڑ رہا ہے۔ واہ میاں کیکڑے ٭

بھگتنی آخر عورت تھی۔ دل کی کمزور۔ دوسرے مصیبتیں تھوڑی اُٹھائیں غریب نے۔ مفت کی بدنامی۔ انڈوں کی بربادی۔ چونچ کا صفایا۔ اور اس پر پیٹ کی مار۔ ایک مہینہ نہ گذرنے پایا کہ بچاری چل بسی۔ بھگت جی اتنا روئے گائے کہ اُن کا گلا بیٹھ گیا۔ ہا ہا ایک گیت ذرا آپ بھی گائیں٭

مرگئی بیوی ۔ بچے چھوٹے ۔ چونچ کٹی۔ اور انڈے پھوٹے

کس سوچ میں ہے یار بھگت تو ۔ اُٹھ! نہیں۔ ابھی روئے جا

ہا ہا ہو ہو ہیں ہیں مت رو بھیّا مت رو ۔ دنیا کے سب جھگڑے جھوٹے

ہائے بھگتنی ۔ ہائے بھگتنی ہائے

گھر بھی لُٹا اور سر بھی پیٹا۔ اُف اس دن میری چونچ سے کس قدر خون بہہ رہا تھا

یوں نہ کسی کی قسمت پھوٹے

ہائے بھگتنی۔ ہائے بھگتنی ہائے

دنیا کے سب جھگڑے جھوٹے

بھگت جی کا دل دنیا سے اُکتا گیا۔ بیوی کے غم میں بیراگی بن گئے۔ گھر

Taj Tamir Foundation

بار چھوڑ۔ جنگل کی راہ لی۔ پٹنہ ہوتے بنارس پہنچے۔ مندر میں شیو کے درشن کئے۔ وہاں سے بندرابن ہوتے کلکتہ پہنچے۔ ہوڑا کا پل دیکھتے ہی آپ گھبرا اُٹھے۔ بہت دیر تک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھتے رہے۔ پھر مندر میں جاکر کالی مائی کی پوجا کی۔ چڑیا گھر بھی دیکھا۔ وہاں سے جو گھر کسی تو ڈھاکہ دیکھتے ہوئے چٹا گاؤں پہنچے۔ ڈھاکہ کی ململ آپ کو بہت پسند آئی۔ آسام میں ہاتھی پکڑنا سیکھا۔ وہاں سے جو اُڑے تو برما کا رُخ کیا۔ رنگون پہنچے۔ رنگون کا چاول تو دنیا بھر میں مشہور ٹھیرا۔ کچھ دنوں وہاں رہ کر پیٹ پوجا کی۔ برما میں جگہ جگہ بدھ کے مندروں کو بھی جھانکتے گئے پھر سمندر کی سیر سوجھی۔ بنگال کی خلیج کے کنارے کنارے اُڑتے اُڑتے بہار اُڑیسہ پہنچے۔ اور جگن ناتھ پوری کے درشن کئے۔ وہاں سے رامیشور کے لئے پر تول دئے۔ مدراس میں لگی گرمی۔ تو آپ بہت بھنائے۔ رامیشور میں پل دل دیکھا۔ اس کے بعد سیدھے لنکا پہنچے۔ افوہ۔ وہاں نہ راکشسوں کا پتہ تھا۔ نہ کہیں سونے کے محل تھے۔ بدھ مذہب کے لوگ وہاں بستے ہیں اور ناریل خوب ہوتے ہیں۔ وہاں کی راج دھانی کولمبو میں سینکڑوں جہاز۔ جاپان۔ افریقہ۔ امریکہ وغیرہ ملکوں کو جانے کے لئے کھڑے تھے۔ ان جہازوں کے بادبانوں پہ بھگت جی خوب ناچے کودے۔ اور وہاں سے ٹراون کور۔ کوچین۔ میسور۔ حیدرآباد وغیرہ کے راجاؤں کو دیکھتے بھالتے پونا ہوتے بمبئی پہنچے۔ سمندر کی سیر کی۔ ٹرامویے پر چڑھے۔ جہاز دیکھے۔

اور جناب! بھنڈی بازار میں مٹرگشت لگایا۔ وہ الگ بمبئی سے گجرات آئے
احمد آباد میں کپڑے کی کلوں سے چھکا چھک دھواں نکل رہا تھا۔ وہاں
سے بڑودہ کی راہ لی۔ جہاں سری کرشن مہاراج کے پیارے شہر دوارکاجی
میں قیام کیا۔ پھر راجپوتانہ کا خیال ہوا۔ تو آپ چتوڑ گڑھ پہنچ گئے۔
رانا پرتاب سنگھ وغیرہ بزرگوں کو یاد کر کے رونے لگے۔ آنسو پونچھتے
ہوئے جے پور پہنچے۔ شیش محل کو دیکھ کر پھڑک اُٹھے۔ جودھ پور دیکھا۔
اُڑتے اُڑتے پانچ ندیوں کے دیس پنجاب میں جا گھسے۔ لاہور دیکھا۔
امرتسر میں سکھوں کا مندر۔ پھر پہنچے کشمیر۔ آہا کشمیر۔ کہا کہنے اس ملک
کے۔ نہ بہت ٹھنڈا نہ بہت گرم۔ جہاں دیکھو! پھولوں کی بہار۔ جن پر
بھونروں کی جھنکار۔ ہر طرف سیب۔ انگور۔ ناشپاتی وغیرہ میووں کے
پیڑ۔ کشمیر کی راجدھانی شہر سری نگر جھیل پر بسا ہے۔ کشتیاں چلتی ہیں
بازار میں۔ آپ نے خوب سیر کی۔ کچھ دنوں بعد شملہ پہنچے۔ وہاں ہندوستان
کے بڑے بڑے افسروں کی کوٹھیوں کا معائنہ کیا۔ پھر دلّی آئے۔ دلّی کے
قریب کوروکھیتر کا میدان دیکھا۔ جہاں کبھی کورو پانڈوں کی لڑائی ہوئی
تھی۔ انگریزوں کی بسائی ہوئی نئی دلّی دیکھی۔ اور پُرانی بھی۔ پُرانی دلّی
میں ہندو راجا پرتھوی راج کے محلوں کے کھنڈر دیکھ کر بہت افسوس
کیا۔ اور قطب صاحب کی لاٹھ پر بیٹھ کر تو خوب ہی روئے۔ وہاں سے
سے آگرہ آئے۔ دنیا بھر کی خوب صورت عمارت تاج محل کو دیکھ کر دنگ

Taj Tahir Foundation

رہ گئے+ متھرا پہنچے جہاں کرشن جی پیدا ہوئے تھے۔ جمنا میں اشنان کیا۔ پھر آئے اجودھیا جی میں۔ یہاں سے الہ آباد آ گئے۔ اور وہاں تربینی میں اشنان کرکے دُکھ۔ دلدّر دور کئے۔ بنارس میں گنگا کے گھاٹ کی ہوا کھائی۔ وہاں سے جو فرّاٹا بھرا۔ تو گیا پہنچے اور پھلگو ندی میں اپنے انڈے بچوں اور بیوی کے نام پر پنڈ دے کر ایسے بھاگے کہ گھر آ کر دم لیا۔ اُجڑے ہوئے گھونسلے کو دیکھتے ہی اپنی چونچ ـــ انڈوں کی بربادی۔ اور بیوی کا مرنا سب کچھ یاد آ گیا۔ غم سے چھاتی پھٹنے لگی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہاں رہنے کو جی نہ چاہا۔ پھر سفر کی تیاری شروع کر دی+ اس دفعہ پہاڑی ملکوں کو دیکھنے کی ٹھانی۔ پہلے سکم اور بھوٹان گئے۔ بھوٹیے گھوڑے کو چٹانوں پر اُچھلتا کودتا دیکھ کر بہت چکرائے آپ۔ واپسی میں دارجلنگ گئے۔ پھر نیپال کا رخ کیا۔ اور وہاں کی راج دہانی میں پارس ناتھ کے درشن کئے۔ معلوم ہوا نیپال کے لوگ گورکھا کہلاتے ہیں۔ ہمالیہ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی ایورسٹ تک پہنچنے کی کوشش کی۔ اور اسی سلسلہ میں دھولاگری دیکھتے ہوئے الموڑہ آ گئے۔ الموڑہ سے پہنچے ہردوار گنگوتری میں اشنان کیا۔ کدار ناتھ اور بدری ناتھ کے درشن کئے۔ رستہ میں دیکھا کہ ہزاروں ہندو بدری ناتھ کے درشن کو جا رہے ہیں۔ اُنھیں وہ چشمہ دیکھ کر بہت اچنبھا ہوا۔ پھر بھگت جی نے فرّاٹا بھرا۔ آپ بہت اونچے اُڑ رہے تھے۔ ہمالیہ پہاڑ کی برفیلی ہوا نے کانوں میں گھس کر ایسی قلابازیاں کھلائیں

Taj Tahir Foundation

کہ خدا کی پناہ۔ بازو شل ہوگئے۔ اور سردی سے تمام بدن اکڑ گیا۔ آخر صبح ہوئی۔ سورج نکلا۔ تب کہیں بھگت جی کے ہوش ٹھکانے ہوئے۔ کان پکڑ کر بولے "سی سی سیس ری۔ بڑی سردی ہے۔ بھگوان جلنے۔ اب ادھر نہ آؤں گا"۔ یہ کہہ کر مہاراج لنگڑاتے ہوئے ایک چٹان پر پہنچے۔ اور دھوپ لینے لگے۔ وہاں سے چلے۔ رستہ بھر یہ گیت گاتے آئے ؎

یئی یئی یئی یئی۔ ای ای ای۔ سی سی سی سی۔

بہت سے پہاڑ۔ غار۔ جھرنے دکھائی دئے۔ ان کے سوا اور بہت اچھی اچھی چیزیں تھیں۔ مگر انہوں نے غصہ میں کچھ نہ دیکھا۔ منہ پھیر کر الٹی اڑان شروع کر دی۔ چلے تھے گھر کی طرف۔ جا نکلے مان سرور جھیل کے کنارے۔ وہاں دیکھتے کیا ہیں۔ کہ پانی کی جگہ دودھ لہریں لے رہا ہے کناروں پر سبزہ کی جگہ زعفران اگا ہے۔ اور گھونگوں کی جگہ سیپیاں اور مونگے۔ دودھ میں رنگ برنگی مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ مچھلیوں کے بدن میں ہیرے۔ لال۔ الماس جڑے ہیں اور آنکھوں کی جگہ سچے موتی۔ پانی میں سونے کے کنول کھلے ہیں۔ جن پر نیلم کے بھونروں کی گونج ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا پریاں ستار بجا رہی ہیں۔ ہنسوں کے جوڑے آپس میں کلیلیں کرتے پھرتے ہیں۔ بھوک لگتی ہے تو موتی چگ لیتے ہیں۔ اور دودھ پی لیتے ہیں۔ یہ چٹخارہ! یہ مفت کے دودھ اور موتی!! بگلا بھگت کے منہ میں پانی بھر آیا۔ دل میں بولے "ایسی اچھی جگہ چھوڑ کر گاؤں

کے سڑے بُسے کُنڈ پر کون جائے؟ یہاں اڈا جم گیا۔ تو چین ہی چین ہے
پر یہاں رہنا آسان نہیں۔ کوئی نہ کوئی ڈھونگ ضرور رچنا پڑے گا۔
ورنہ ہنس چار دن میں نکال باہر کریں گے۔ مگر۔ مگر۔ ٹھیک۔ بالکل ٹھیک
خوب بات سمجھ میں آئی۔ میرا رنگ روپ تو ہنسوں سے ملتا جلتا ہے۔
چونچ ذرا لمبی ضرور ہے۔ مگر نہیں لمبی کہاں؟ خدا بھلا کرے کیکڑے کا بھی
بہت ہی اچھا آدمی تھا وہ۔ اس نے چونچ کاٹ کر مجھ پر بڑا احسان کیا
ہے۔ دیکھئے نا! اب میری چونچ شریف آدمیوں کی سی ہے۔ بالکل ہنس
کی چونچ کے برابر۔ کہیں اس سے چھوٹی نہ ہو۔ نہیں جی! بالکل برابر
ہے۔ خیر کسی دن ماپ کر دیکھ لوں گا۔ تو پھر مجھے ہنس بن جانا چاہیئے۔
او ہو۔ میرا بدن جو دُبلا پتلا ہے۔ تو ہو۔ بلا سے۔ اس میں میرے بس کی
کون بات؟ کہہ دوں گا۔ تپسیا کرنے کی وجہ سے صحت خراب ہو گئی میں
ٹھیرا فقیر آدمی۔ تمہاری طرح دنیا دار تھوڑی ہوں۔ واہ وا کیا سوجھی ہے۔
خوب سوجھی۔ آہا ہا۔" بھگت جی ہنستے ہوئے آگے بڑھے۔ کنارے پر
آئے۔ دیکھا کہ ہنسوں کا ایک جھنڈ اسی طرف آرہا ہے۔ جھٹ ایک پاؤں
پر کھڑے ہو گئے۔ اور دوسرے میں مالا لے کر کھٹکھٹانے لگے:

"مالا کا دانہ گرے کھٹ پٹ۔ اور کام بنے جھٹ پٹ۔ اور کام بنے جھٹ پٹ
دیکھی یہ سٹ پٹ۔ مالا کا دانہ گرے کھٹ پٹ۔ اور کام"

واہ میاں بھگت۔ تمہارے وظیفہ کے کیا کہنے۔ اور کیا بات تمہاری مالا

Taj Tahir Foundation

کی۔ آپ نے بھگتنی کے مرنے کے بعد یہ گھونگوں کی مالا بنائی ہوگی ⁂

ہاں تو بھگت جی مالا لے کر کھٹا کھٹانے لگے۔ آنکھیں خوب بند کر لیں۔ گردن جھکالی۔ بالکل ایسے معلوم ہونے لگے۔ جیسے بڑے پہنچے ہوئے ہیں آپ سادھو۔ سنت۔ مہاتما ⁂

اللہ کی شان۔ ہنسوں کا ایک نٹ کھٹ بچہ اُدھر جا نکلا۔ اس نے جو بھگت جی کو دیکھا۔ حیران رہ گیا۔ "ایشور۔ یہ کیا تماشہ۔ کون بزرگ کھڑے ہیں یہ۔ بدن کا رنگ تو ہمارے جیسا ہے۔ چونچ بھی قریب قریب برابر ہے۔ مگر ہے ڈیڑھ مٹھی۔ وزن میں آدھی چھٹانک۔ ماروں چپت تو چھ لڑکنیاں کھائے۔ اور جا کر پڑے امریکہ میں۔ نا۔ بھیا۔ نا! یہ تو کوئی مہاپرش ہے۔ پہنچا ہوا فقیر۔ تپسیا میں لگا ہے۔ مالا جپ رہا ہے۔ جبھی تو بچارے کا بدن سوکھ کر کانٹا ہو گیا ⁂

ہنس بچہ بھاگم بھاگ ہنسوں کی ٹولی میں پہنچا۔ اور اپنے نانا سے بولا "بابا جی! کہیں سے ایک سادھو ہنس آیا ہے۔ بڑا پہنچا ہوا فقیر ہے وہ۔ دیکھئے نا! کھجور کے پیڑ تلے کھڑا ہے" ⁂

اب کیا تھا۔ جھنڈ کے جھنڈ ہنس ٹوٹ پڑے ⁂

بھگت جی کی سنئے۔ آپ نے اس ہنس بچے کو آتے جاتے دیکھ لیا تھا اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ہنسوں کے جھنڈ اِدھر آ رہے ہیں۔ اب بھگت جی چوکس ہو گئے۔ بھگتی کا رنگ جمانے کے لئے مالا جلدی جلدی پھیرنے لگے۔

سانس چڑھالیا۔ آنکھیں خوب بند کر لیں + کچھ دیر بعد ہنس آن پہنچے۔ جھک جھک کر سلام کئے اور سب بھگت جی کے قدموں میں بیٹھ گئے ؀

بھگت نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولنا شروع کیں۔ اور کچھ دیر بعد اودبلاؤ کی طرح گھورنے لگے آپ۔ بیچارے ہنسوں کو اس چالاکی کی کیا خبر! سب نے سر جھکا دئے۔ بھگت نے آہستہ آہستہ اپنے پر ہلائے یعنے اُنہیں دعا دی۔ اور پھر آنکھیں بند کر لیں ؀

ہنسوں نے سوچا۔ یہ کوئی بڑا پہنچا ہوا ہے۔ ابکی جو بھگت جی نے آنکھ کھولی۔ تو جھٹ ہنسوں کا سردار پاؤں پر گر پڑا بھگت کے۔ اور گڑ گڑا کر کہنے لگا:۔

"مہاراج! آپ کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ اور ہم گنہگاروں پر کس طرح کرم فرمایا۔ آپ کی صورت شکل تو ہم سے ملتی ہے۔ تو کیا آپ ہم لوگوں میں سے ہیں۔ خیر۔ جو کوئی بھی ہوں۔ ہم آپ کے درشن پا کر بہت خوش ہوئے۔ کیا اچھا ہو جو آج آپ ہمارے ہاں کھانا پسند فرمالیں" ؀

بھگت جی نے ایک دفعہ پھر آنکھیں بند کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ اور بولے:۔

"بچّا! میں کون ہوں۔ اس کا کیا جواب دوں۔ کیا تم نہیں جانتے؟ ارے ہم تم۔ سب اس پرماتما کی اولاد ہیں۔ جس نے مجھے تمہاری قوم میں پیدا کیا۔ جس نے مجھے عبادت کرنے کی توفیق دی۔ اور جس نے مجھے اپنے درشن دئے تمہیں

خبر نہیں۔ بچّا۔ میں نے خدا کی تلاش میں سارا ہندوستان چھان مارا۔ طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھائیں۔ ہر کی لگن میں جسم کو گھُلا دیا۔ تب پر بھو پیارے نے اپنی جھلک دکھائی ہے۔ کیا بتاؤں۔ بھگوان کیسا ہے۔ اس کا نور کتنا روشن ہے۔ اور وہ کس طرح نظر آتا ہے۔ کیوں بچّا! کیا تم اُسے دیکھنا چاہتے ہو؟"

اتنا کہہ کر بھگت جی نے سر جھکا لیا۔ اور ایسی صورت بنالی۔ کہ جیسے خدا ان کے سامنے کھڑا ہے + کچھ دیر بعد بولے "کیوں نہ کھاؤں گا بچّا۔ میں! اور تمہارے ہاں نہ کھاؤں۔ ارے بیٹا! سادھوؤں کے لئے دوست دشمن سب برابر ہیں۔ اور تم تو اپنے بھائی ہو۔ خاص رشتہ دار ہو۔ تمہارے ہاں کھانے میں تمہاری دعوت لینے میں ——— کیا عذر؟"

بھگت کی لچھے دار باتوں میں ہنس آ گیے۔ وہ بچارے تھے سیدھے سادے۔ چھل فریب کیا جانیں۔ سمجھا۔ کہ ایسا گیانی فقیر ملنا مشکل ہے۔ اس کی خوب خدمت کرو +

اب جناب بھگت جی کی خوب خاطر ہونے لگی۔ روز قسم قسم کے کھانے کھاتے۔ ہر وقت ایک دو ہنس ٹہل میں لگے رہتے۔ کوئی ہاتھ مُنہ دُھلاتا تو کوئی پاؤں دباتا۔ کہیں نہانے کو پانی گرم ہو رہا ہے۔ تو کہیں چندن گھسا جا رہا ہے۔ بھگت جی ہیں۔ کہ دھونی رمائے بیٹھے ہیں۔ چُپ چاپ، بُت بنے ہوئے + شام کے وقت کُٹیا سے نکلتے ندی کے کنارے گھاس پر بیٹھ

کر ہنسوں کو نصیحت کرتے۔ کتھا سننے دور دور سے ہنس آتے اور درشن کر کے چلے جاتے ۔

ہوتے ہوتے بھگت جی چاروں طرف مہاتما مشہور ہو گئے۔ چھوٹے بڑے اُن کا نام عزّت سے لینے لگے۔ لیکن بھگت کو ہمیشہ یہ خیال رہتا کہ کہیں بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ اس لئے کتھا میں کہیں نہ کہیں اپنی عبادت کا ذکر ضرور کر دیتے۔ اور اس اُستادی سے کرتے کہ اس میں اپنی تمام کمزوریوں کو صاف کر جاتے۔ مثلاً اپنے دُبلے پن کی طرف سے لوگوں کا خیال اس طرح ہٹاتے۔ پہلے خوب زور سے کھانستے۔ پھر گلا پھاڑ کر کہتے۔ رام رام کہنے سے کچھ نہ بنے گا۔ اگر آپ رام سے ملنا چاہتے ہیں۔ تو آپ کو دنیا کی تمام نعمتیں ٹھکرانی پڑیں گی۔ پہاڑ کی چوٹی پر۔ یا کسی بن میں بیٹھ کر عبادت کرنا ہو گی۔ دیکھئے نا عبادت کرتے کرتے میری کیا حالت ہو گئی۔ دُبلا۔ پتلا۔ کمزور۔ کوئی مجھے ہنس کہہ ہی نہیں سکتا ۔

بھگت جی کا خیال غلط نہ تھا۔ ہنسوں کی ایک ٹولی اُن کے خلاف تھی۔ وہ ہمیشہ سردار سے یہی کہتی۔ حضور! یہ بھگت تو چڑیا گھر میں رکھنے کے لائق ہے۔ مہاراج! اب ایسے ہنس کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ عجب ہنس ہے بھئی۔ دُبلا پتلا۔ ہڈیوں کا ہار۔ پاؤں بے ڈھنگے۔ چونچ اوٹ پٹانگ۔ نہ چال ٹھیک نہ بات کرنے کا سلیقہ۔ سردار نے کئی دفعہ تو جھڑک دیا۔ بار بار وہی گیت سُنا۔ تو بولا "بھئی! پھر میں کیا کروں۔ بچارے کو خدا نے

جیسا بنا دیا بن گیا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن۔ پھر کسی نے بھگت جی پر اُنگلی نہ اُٹھائی۔ مزے سے آشرم میں رہتے۔ اور ہنسوں کے ہاں طرح طرح کے کھانے کھاتے۔ تم جانو۔ عادت کہیں بدلتی ہے۔ کتّے کی دُم ہزار نلکی میں رکھو۔ جب نکالو گے۔ ٹیڑھی۔ بگلا بھگت کو کسی طرح کا دُکھ نہ تھا۔ مگر وہی کہاوت۔ کہ گیہوں کی روٹی کو فولاد کا پیٹ چاہیئے۔ جب آپ مانسرور میں نہانے جاتے۔ اور رنگ برنگی مچھلیوں کو دیکھتے۔ تو منہ میں پانی بھر آتا۔ مگر کر کیا سکتے تھے؟ دو چار ہنس ہر وقت آگے پیچھے لگے رہتے۔ آخر اُنہوں نے ایک چال چلی۔ اپنے چیلوں سے بولے۔ "مجھے چالیس دن تک ایک منتر پڑھنا ہے۔ اس میں اکیلے رہنے کی سخت ضرورت ہے۔ خبردار! اب سے کوئی میرے ساتھ جھیل پر نہ جائے۔ جلا کر خاک کر دوں گا"۔

گرو کا حکم سُن کر چیلے سہم گئے۔ کس کی مجال تھی؟ کہ چوں کرتا۔ اُسی دن کُٹیا خالی کر دی گئی۔ اب بھگت جی اکیلے جھیل پر جاتے۔ تھوڑا نہاتے۔ اور مچھلیاں بہت کھاتے۔ پیٹ بھر جاتا۔ تو کُٹیا میں آن پڑتے۔ زیادہ کھا جاتے۔ تو وہیں جھیل کے کنارے لوٹ لگاتے۔ رفتہ رفتہ بات پھوٹ نکلی۔ ان ہنسوں نے سُنا جو ان کے خلاف تھے۔ آپس میں کہنے لگے "کچھ نہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔ کھوج نکالنا چاہیئے"۔

ایک دن کیا ہوا۔ بھگت جی جھیل کے کنارے پیٹ پوجا میں لگے ہوئے

تھے۔ کہ ایک ہنس نے چُھپکے سے آکر اُنہیں دیکھ لیا۔ دیکھ دا کھ کر سیدھا اپنے سردار کے پاس پہنچا۔ اور اُسے بُلا لایا۔ سردار نے جو یہ تماشا دیکھا۔ تن بدن میں آگ لگ گئی۔ لیکن کہنے سُننے کا موقع نہ تھا۔ چپ چاپ چلا آیا ؛

بھگت بچارے کو کیا خبر؟ کہ اب میرا پتّا کٹنے والا ہے۔ اَور دن کی طرح آج بھی مچھلیاں کھا پی مونچھوں پر تاؤ دے مالا گھماتا ہوا کُٹیا میں پُہنچا۔ اور رام بھجن کرتا کرتا سو گیا ؛

صبح آنکھ کھلتے ہی آسن پر آ ڈٹا۔ اور کتھا کہنے کے لئے اپنی چونچ صندل کے پانی میں ڈبوئی۔ "نارائن نمسکر تیبے" کہہ کر مہابھارت شروع ہی کی تھی کہ یکایک ہنسوں کا سردار آن کھڑا ہوا۔ اور ہنسوں کی طرف مُنہ کر کے بولا "صاحبان! آپ بھگت جی کو جانتے ہیں۔ یہ بڑے مہاپرش ہیں۔ بہت نیک ہیں۔ اور دیالو۔ آپ کیا سمجھتے ہیں۔ یہ ہماری برادری کے آدمی ہیں۔ بلکہ خاص رشتہ دار۔ ان سے خونی رشتہ ہے خونی۔ جناب! ایسے رشتہ دار روز روز تھوڑی ہاتھ لگتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آج اِنہیں پگڑی بندھوا دی جائے ؛

سردار تو میاں کی ہنسی اُڑا رہا تھا۔ بھگت جی سمجھے میری تعریف ہو رہی ہے۔ خوشی سے پھول کر کُپا بن گئے۔ میٹھی نظروں سے دیکھا۔ اور مُسکرائے۔ دل میں بولے "یہ لوگ کس درجہ بے وقوف ہیں۔ میں روز مچھلیاں اُڑاتا ہوں۔ اِنہیں خبر تک نہیں" ؛

سردار نے پھر کہا۔ "پگڑی کیسی ہونی چاہئے۔ پھولوں کی؟ ستاروں کی یا مچھلی کی کھال کی؟ میرے خیال میں تو کھال والی پگڑی اچھی ہوگی۔ کیونکہ آج کل کے سادھو فقیری کی آڑ میں بڑے بڑے شکار کھیلتے ہیں"

اتنا سنتے ہی بھگت جی سُن ہو گئے۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

سردار مسکرایا۔ اور بولا۔ "دنیا میں بہت ایسے بھی ہیں۔ جو اپنے کو اونچے گھرانے کا بتا کر بڑا بننے کی کوشش کرتے ہیں"

بگلا بھگت نے آنکھیں پھاڑ کر سردار کی طرف دیکھا۔ اور اُڑنے کے خیال سے پر تولنا چاہتے تھے کہ جھٹ ایک ہنس نے میاں کا گلا دبا لیا۔ دوسرے ہنسوں نے اس ہنس کی طرف غصّے سے دیکھا۔ اور چلّانے لگے۔ سردار نے کہا۔ "بھائیو! خفا ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اس نے میرا اشارہ پا کر مہاتما جی کو تکلیف دی ہے۔ گھبراؤ نہ۔ ابھی سب کچھ بتائے دیتا ہوں یہ سادھو مکار ہے۔ جھوٹا ہے۔ دغا باز۔ اپنے کو ہنس بتاتا ہے۔ کنٹھی مالا پہنتا ہے۔ کل میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کپر کپر مچھلیاں کھا رہا تھا۔ اور ہمیں یہ چکمہ دیا۔ کہ میں پانی میں کھڑے ہو کر چالیس دن برابر منتر پڑھوں گا۔ افوہ رے مکار۔ پتہ باز کہیں کا۔ کہتا ہے۔ میں تمہارے ہی خاندان سے ہوں۔ بھائی ہوں یہ ہوں وہ ہوں۔ ارے تُو تو کچھ بھی نہیں پاجی۔ سلار پور کے سڑے بُسے تالاب کا بگلا ہے۔ واہ بیٹا واہ! خوب

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

آئے بن کے سگے ہمارے۔ راج ہنس کے بچّے! صورت تو دیکھئے جناب کی (دیوں)، ٹیڑھی میڑھی۔ اوٹ پٹانگ۔ الل ٹپ۔

ہے کوئی —— لگے ٹھونگ پر ٹھونگ —— بنا دو چپڑ غٹو ۔

یہ سنتے ہی دس بارہ ہنسوں نے بھگت کو گھیر لیا۔ اور ٹھونگیں مارنا شروع کیں۔ چندیا گنجی کر دی۔ چندیا گنجی!! میاں کا حلیہ بگاڑ دیا۔ کسی نے دُم پکڑی۔ کسی نے پَر کھینچے۔ کوئی گردن مروڑ رہا تھا۔ آخر پٹتے پٹتے بچارے کا کچومر نکل گیا —— اور ــــ

افسوس ازمانے سے سفر کر گیا بگلا
آنکھیں تو کھلی رہ گئیں۔ پر مر گیا بگلا

Taj Tahir Foundation

گیلانی الیکٹرک پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین صاحب پرنٹر چھپکر
دارالاشاعت پنجاب لاہور سے شائع ہوئی

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation
RARY